(۱۲)

اسمبلی میں بم اور راجپال کا قتل

(فرمودہ ۱۲۔ اپریل ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے راستہ میں جو روکیں ہوتی ہیں ان کے متعلق ایک گُر بتایا ہے اور وہ گُر یہ ہے کہ ناکام رہنے والے لوگوں کی ناکامی کا سبب يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا[1] ہوتا ہے۔ وہ نہایت ہی محدود نگاہ سے معاملات کو دیکھتے ہیں۔ قریب ترین نتائج ان کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں اور حقیقی اور اصلی، غیر متبدّل اور دائمی اثرات و نتائج ان کے پیش نظر نہیں ہوتے۔ دنیا میں جس قدر لڑائیاں، فسادات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے اسباب پر غور کیا جائے تو ننانوے فیصدی ایسے نکلیں گے جن کا سبب فریقین میں سے کسی نہ کسی کا یا دونوں کا بغیر کافی غور و فکر کے جلدی سے کسی نتیجہ پر پہنچ جانا اور ایک عاجل نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہوگا۔ اگر انسان اپنے جوشوں کو دبائے رکھے اور اگر وہ یہ دیکھے کہ میرے اعمال کا نتیجہ کیا نکلے گا تو بہت سی لڑائیاں دور ہو جائیں، بہت سے جھگڑے بند ہو جائیں اور بہت سے فسادات مٹ جائیں۔ میں دیکھا ہوں ہندوستان میں اس وقت متواتر کئی سال سے فساد شروع ہے۔ قوموں میں اختلاف ہے، مذاہب میں تفرقہ ہے، حکومت اور رعایا میں کشمکش جاری ہے ان سب کی وجہ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ہی ہے۔ عاجل نتیجہ کو لوگ پسند کر رہے ہیں اور ایک بھاری آنے والے دن کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں دو نہایت ہی خطرناک واقعات ہوئے ہیں۔ ایک لاہور میں کہ ایک ہندو کتب فروش قتل ہو گیا ہے اور دوسرا دہلی میں کہ اسمبلی کے اجلاس میں بم پھینکے گئے ہیں۔ ان سب فسادات کی تہہ میں وہی عاجل چیز نظر آتی ہے۔ ایک حادثہ تو اس کشمکش کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ جو رعایا اور حکومت کے درمیان ہے اور دوسرا اُس نفاق و شِقاق کا پتہ دیتا ہے جو مختلف مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن اس سیاسی واقعہ اور اس مذہبی جنون کی تہہ میں چیز وہی ایک ہی کام کر رہی ہے کہ عاجلہ کی محبت انسان کو اس کے ماحول سے بالکل غافل کر دیتی ہے۔ یہ سیاسی فسادات جو اِس وقت ہو رہے ہیں یہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ گورنمنٹ اور رعایا دونوں کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ رعایا کا ایک حصہ اس کی ساری ذمہ داری حکومت پر عائد کرتا ہے اور حکومت اس کے لئے رعایا کو ذمہ وار ٹھہراتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں لیکن ہر وہ شخص جو انصاف سے کام لے گا اور تعصب سے خالی ہو کر اس پر غور کرے گا اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہو گا کہ اس میں دونوں قصوروار ہیں غلطیاں دونوں طرف سے ہو رہی ہیں۔ ایک طرف حُکّامِ گورنمنٹ ابھی تک اسی پرانے اثر کے ماتحت ہیں جب کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ وہ ابھی اسی خیال میں ہیں کہ ہمیں خدائی قدرت حاصل ہے۔ جس چیز کو ہم درست سمجھیں نہ صرف یہ کہ اُسے درست سمجھا جائے بلکہ واقعہ میں وہ درست ہی ہے اور جسے ہم غلط سمجھیں نہ صرف یہ کہ اُسے غلط سمجھا جائے بلکہ فی الواقعہ وہ غلط ہی ہے۔ حالانکہ وہ بھی اسی طرح جلد بازی سے کام لیتے ہیں جس طرح رعایا کے بعض افراد لیتے ہیں اور وہ بھی ملک کے فوائد سے اسی طرح آنکھ بند کر لیتے ہیں جس طرح رعایا میں سے بعض لوگ کرتے ہیں۔ بسا اوقات ان کا لہجہ ایسا ہتک آمیز ہوتا ہے کہ ایک آزاد خیال انسان کے دل میں اس کی قومی عزت کا جوش اُبال مارتا ہے اور وہ فوراً مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ انگلستان چاہتا ہے کہ ہندوستان اس کے قبضہ میں رہے اور میرا اپنا خیال یہی ہے کہ اگر انگلستان اور ہندوستان کا اتحاد رہے تو اس میں ہندوستان کا بھی فائدہ ہے لیکن اگر انگریز یہ سچی خواہش رکھتے ہیں کہ یہ اتحاد قائم رہے تو لازماً انہیں اپنی رَوش کو بدلنا پڑے گا۔ ہندوستانیوں میں اِس وقت ایک رَو پیدا ہو رہی ہے اور ہندوستانی برابری کے مدعی ہیں اور وہ قوم کے اعزاز اور وقار کو محسوس کرنے لگ گئے ہیں وہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم بھیڑ بکریاں نہیں کہ ریوڑ کی طرح جدھر چاہے ہانک دیا

جائے ہم بچے نہیں کہ ہماری نگرانی کی جائے۔ وہ اپنے ملک میں ملکی علوم' ملکی تہذیب ملکی تمدن کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ پس ان حالات میں اگر انگلستان ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے تو اس کے افسروں کو اپنے رویہ میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ کوئی ملک خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو جب اس میں آزادی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے تو وہ یقیناً آزادی حاصل کر کے رہتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک جس کی آبادی خواہ چند ہزار ہی ہو ہمیشہ کیلئے کسی کا غلام رہا ہو پھر یہ ہندوستان تینتیس کروڑ انسان کہاں ہمیشہ کے لئے غلامی میں رہ سکتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ انگلستان اور ہندوستان کے متحد رہنے سے کس کا فائدہ زیادہ ہوگا وہ مدبرین جو اپنی سیاست دانی پر نازاں ہیں' جو اپنی تدبیر کی بلند پروازی کے مدعی ہیں تاریخِ عالَم میں سے کوئی ایک مثال ہی ایسی پیش کریں کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک بھی ہمیشہ کے لئے غلام رہا ہو۔ بے شک کمزور قومیں طاقتور کی ماتحتی میں آجاتی ہیں' غلامی اختیار کر لیتی ہیں اور دَب جاتی ہیں لیکن ایک محدود عرصہ کے لئے۔ ہمیشہ کے لئے کوئی قوم غلامی میں نہیں رہ سکتی۔ پس اگر انگلستان اور ہندوستان کا تعاون قائم رہتا ہے تو لازمی طور پر حکومت کے افسروں کو اپنا رویہ بدلنا پڑے گا اور بھائیوں کی طرح حکومت کرنی ہوگی۔ وہ افسر جو اپنا رُعب جماتے ہیں' جو PRESTIGE قائم رکھنا چاہتے ہیں وہ وہی ہیں جو یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ کے مصداق ہیں۔ وہ ایک دن ایسا دن لے آئیں گے کہ نہ ان کا رُعب باقی رہے گا اور نہ حکومت۔ کیونکہ تنگ آکر قومیں بغاوت کر دیتی ہیں اور اس کی ذمہ داری ایک حد تک ان افسروں پر بھی عائد ہوتی ہے جن کی رَوش سے یہ پیدا ہوتی ہے۔

دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن میں ملک کی آزادی کا جوش ہے۔ میں اس کی بہت قدر کرتا ہوں اور آزادی وحُریت کا جوش جو میرے اندر ہے میں سمجھتا ہوں اگر احمدیت اسے اپنے رنگ میں نہ ڈھال دیتی تو میں بھی ملک کی آزادی کے لئے کام کرنے والے انہیں لوگوں میں ہوتا لیکن خدا کے دین نے ہمیں بتا دیا کہ عاجلہ کو مدنظر نہیں رکھنا چاہئے۔ میں ان لوگوں کی کوششوں کو پسند کرتا ہوں مگر بعض دفعہ وہ ایسا رنگ اختیار کر لیتی ہیں کہ انگریزوں کو نقصان پہنچانے کے خیال سے وہ اپنی قوم کے اخلاق اور اس روح کو جو حکومت کے لئے ضروری ہوتی ہے تباہ کر دیتی ہیں۔ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کی خوشامد کرنے والا بے شک

غدار ہو سکتا ہے لیکن اس کی غداری اس کے اپنے نفس کے لئے ہوتی ہے۔ جو شخص کسی عہدہ یا دنیاوی مطلب کے حاصل کرنے کے لئے گورنمنٹ کی خوشامد کرتا ہے وہ بے شک غدار ہے لیکن جو شخص ملک کے اخلاق کو برباد کرتا اور بگاڑتا ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر غدار ہے۔ پہلے شخص کی غداری کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہوتا ہے لیکن دوسرے کی غداری تمام قوم کے لئے تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ بعض دفعہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور سمجھدار انسان بجائے اس کے کہ جرائم اور خونریزیوں کی پوری قوت اور سختی سے مذمت کریں ایسے فقرے کہہ جاتے ہیں کہ گورنمنٹ نے ہی ایسی سختی کے لئے لوگوں کو مجبور کیا ہے۔ انگریزوں سے عداوت سہی لیکن کون عقل مند ہے جو انگریزوں کی عداوت کی وجہ سے اپنی قوم کے اخلاق کو تباہ کرنا پسند کرے گا۔ اگر ملک کے اندر فتنہ وفساد پیدا کرنا' بدامنی پھیلانا' خونریزی کرنا جائز ہے اگر ایسے منصوبے کرنا جو دوسروں کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچانے کا موجب ہیں جائز ہیں' اگر خطرناک سازشیں کرنا جائز ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو حکومت کے ناقابل بنا رہے ہیں۔ چوری' ڈاکہ' قتل وغارت' خونریزی کرنے والے خواہ وہ POLITICAL MOTIVE سے ہی کیوں نہ کی جائے کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے کہ حکومت کے مقام پر کھڑے ہو سکیں۔

پس یہ دونوں عُجلت پسند ہیں حُکّامِ حکومت بعض اوقات ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی رعایا کو دینا پسند نہیں کرتے لیکن وہی چیز ایک سال کے بعد خود کہہ دیتے ہیں کہ لے لو حالانکہ اُس وقت اس کے دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اُس وقت لوگ کہتے ہیں ہم نے ڈرا کر یہ چیز لی ہے۔ اگر پہلے ہی دے دی جاتی تو لوگ سمجھتے محبت سے دی ہے لیکن بعد میں وہ سمجھتے ہیں ڈرا کر لی ہے۔ میں نہیں سمجھتا میری یہ آواز حکومت تک پہنچ سکے گی یا نہیں اور اگر پہنچ سکی تو حکومت پر اس کا کیا اثر ہو گا مگر پھر بھی میں کہوں گا حُکّام ایسا طریق اختیار نہ کریں جس سے جذبات کو ٹھیس لگے اور جس سے کمزور دماغ کا آدمی آپے سے باہر ہو جائے۔ مضبوط دماغ کا آدمی تو کبھی ایسا نہیں کرتا اور ہماری یہی خواہش ہے کہ ہمارے تمام اہلِ وطن اپنے جوشوں کو دبا کر رکھیں لیکن ہر انسان ایسا کر نہیں سکتا اس لئے حُکّام کو چاہئے کہ وہ ایسی باتوں سے احتراز کریں جو کمزور دماغ کے لوگوں میں ہیجان پیدا کر کے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کا موجب ہوں۔

اسی طرح میں سمجھتا ہوں قومی رہنماؤں کا بھی فرض ہے کہ جھوٹ' فریب' دغابازی' مکّاری'

چوری، ڈاکہ، قتل و غارت اور خونریزی وغیرہ جرائم کی خواہ وہ حصولِ آزادی کے لئے ہی کئے جائیں پورے زور کے ساتھ مذمت کریں۔ یہ کافی نہیں کہ جلسوں میں ریزولیوشنز پاس کر دیں لیکن پرائیویٹ مجالس میں ان کی تعریف کریں۔ میں سمجھتا ہوں ہندوستان کے لیڈروں کا کثیر حصہ ایسا ہی ہے جو ایسے افعال کی پبلک میں تو مذمت لیکن پرائیوٹ مجالس میں تعریف کرتا ہے اس لئے ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جسے نہ کسی کی عزت کا خیال ہے اور نہ ہی کسی کی آبرو کی پرواہ ہے۔ وہ یہی سمجھتی ہے کہ دنیا میں فتنہ پیدا کرنا، بدامنی پھیلانا اور فساد و خونریزی کرنا بہت اچھے افعال ہیں۔ ایسے لوگ وہی ہوتے ہیں جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم میں اتنی قابلیت اور اہلیت تو ہے نہیں کہ گورنمنٹ میں عزت یا رُتبہ حاصل کر سکیں اس لئے وہ ایسے افعال کا ارتکاب کر کے پبلک میں عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بھی نفسانیت سے ہی کام لے رہے ہوتے ہیں۔ کوئی عمدہ خیال یا اچھا جذبہ ان کے مدنظر نہیں ہوتا۔

دوسرا لاہور میں راجپال کے قتل کا واقعہ ہے یہ وہی شخص ہے جس نے ایک نہایت ہی دلآزار اور گندی کتاب شائع کی اور ماتحت عدالتوں سے سزایاب ہونے کے بعد عدالت عالیہ کے ایک جج نے یہ کہہ کر اسے بری کر دیا تھا کہ موجودہ قانون اس کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ اس کے قتل کے شبہ میں ایک مسلمان پکڑا بھی گیا ہے اور اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ گورنمنٹ کا بھی یہی قانون ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جب تک کسی کا جُرم ثابت نہ ہو اسے قاتل کہنا گناہ ہے۔ بہرحال قتل ہوا ہے اور قتل کرنے والا کوئی ضرور ہے اس سے انکار نہیں ہوسکتا پہلے بھی دو دفعہ اس پر حملہ ہوا تھا اور یہ واقعہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے کئی بار مسلمانوں پر ہندوؤں نے حملے کئے اور قتل و خونریزی تک نوبت پہنچائی۔ پچھلے ہی دنوں لاہور میں نہتے مسلمانوں پر جبکہ وہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے ہندوؤں نے حملہ کر دیا جس سے غالباً چار پانچ آدمی مارے گئے اور کئی مجروح ہوئے۔ اسی طرح کئی مقامات پر مسلمانوں پر ہندوؤں نے حملے کئے۔ ملتان، کٹارپور، آرہ، بہار، بنگال، مالا بار، دہلی، ضلع گڑگانواں، ضلع انبالہ کے واقعات بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگ مذہب کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ رسولوں کے دنیا میں آنے اور سچے مذہب کی غرض اگر کوئی ہوسکتی ہے تو یہی کہ انسان کو جُرم کے ارتکاب سے پہلے روکا جائے۔ گورنمنٹ کا قانون مُجرم کو ارتکابِ جُرم کے بعد پکڑ کر سزا دیتا ہے لیکن مذہب کا

کام یہ ہے کہ ارتکاب سے پہلے روکے اور جو مذہب ارتکابِ جُرم سے روک نہیں سکتا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ روحانی اور دُنیاوی قانون میں یہی فرق ہے کہ روحانی شریعت جُرم کے پیدا ہونے سے پہلے روکتی ہے لیکن دنیاوی قانون جُرم کے پیدا ہونے کے بعد مُجرم کو سزا دے کر اس کے متعدّی ہونے کو روکتا ہے۔ دونوں کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں۔ اگر جسمانی قانون بعد میں سزا نہیں دیتا تو وہ بھی ناقص ہے اور اگر روحانی شریعت جرائم کو قلوب سے نکالنے کی کوشش نہیں کرتی تو وہ بھی بے فائدہ ہے۔ مذہب کی غرض انسان کے دل میں خشیت اللہ پیدا کرنا ہے جو مذہب اس غرض کو پورا نہیں کرتا وہ مذہب کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ جو مذہب کبر، غرور، نخوت، تذلیل، تحقیر، توہین سے نہیں روکتا وہ دراصل مذہب نہیں بلکہ ایک بیماری ہے جسے جس قدر جلد دنیا سے مٹایا جا سکے بہتر ہوگا۔ مذہب وہی کہلا سکتا ہے جو کبر و غرور، نخوت، تذلیل، تحقیر، توہین اور فتنہ وفساد کی تمام راہوں کو بند کرتا ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے جو آج کل رونما ہو رہے ہیں کوئی مذہبی یا سیاسی لیڈر یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا مذہب اپنے پاؤں پر کھڑا ہے اور اس کے گرنے کا کوئی خدشہ نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جن قوموں میں دوسروں کی عزت و آبرو کی حفاظت کی طرف توجہ نہیں ہوتی ایسی قومیں اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کے فیصلہ پر دستخط کرتی ہیں اور جو شخص اپنی قوم کے ایسے افراد کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، ان کے لئے بہانے اور عذر تلاش کرتا ہے وہ اپنی قوم کا بدترین دشمن ہے۔ ناروا افعال پر جتنا بھی اظہارِ مذمت کیا جائے اُتنا ہی قومی خدمت ہے۔ جو مائیں محبت سے اپنی اولاد کے جرائم کو چھپاتی ہیں وہ مائیں خیرخواہ نہیں بلکہ اولاد کی دشمن ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک مشہور قصہ ہے کہ کسی عادی مُجرم کو جب پھانسی پر لٹکایا جانے لگا تو اس نے ماں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس پر اس خیال سے کہ بجائے کسی عمدہ کھانے سے یا کسی اور بات کے اُس نے آخری وقت میں اپنی ماں سے ملنے کی خواہش کی اُن افسروں نے جو وہاں متعیّن تھے خاص اثر محسوس کیا اور اُس کی ماں کو بلایا گیا۔ جب وہ آئی تو اس نے کہا ذرا میرے قریب کر دو میں کان میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ جب قریب کیا گیا تو اُس نے اپنی ماں کا گلا کاٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کم بخت! تُو اِس وقت میں بھی ایسے فعل سے باز نہ آیا جبکہ پھانسی پر لٹکنے لگا۔ اس نے کہا۔ میں پھانسی پر لٹکتا ہی اس کی وجہ سے ہوں بچپن میں جب میں چوری کیا کرتا تو یہ ماں میری

پیٹھ ٹھونکا کرتی تھی۔ اگر یہ ایسا نہ کرتی تو عادی چور ہو کر آج میں اس نتیجہ کو نہ پہنچتا۔ اسی طرح مجرموں کی خواہ انہوں نے ہتکِ انبیاء کا جُرم کیا ہو خواہ قتل کا جو لیڈر پیٹھ ٹھونکتے ہیں وہ خود مجرم ہیں۔ قاتل، ڈاکو اور وہ خبیث الفطرت اور گندے لوگ جو انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ ان کی قوم اگر اپنے اندر دینداری، تقویٰ اور اخلاق رکھنے کی مدعی ہے تو اس کا فرض ہے کہ ایسے افعال کی پورے زور کے ساتھ مذمت کرے۔ اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں خواہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہارِ براءت کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی سے نہیں ہو سکتی۔ وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں، جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے سخت نادانی ہے۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت اتنی ہی ہے کہ ایک شخص کے خون سے اس کی ہتک دھوئی جا سکے؟ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کی سزا قتل ہے۔ میں کہتا ہوں تاریخ سے کوئی ایک مثال ہی ایسی پیش کی جائے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کسی ایک انسان کو بھی محض آپ کو بُرا کہنے کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو اور اُس قتل میں کسی پولیٹیکل جُرم کا دخل نہ ہو۔ کوئی ثابت کرے کہ محض اس جُرم میں کسی کو قتل کیا گیا۔ ہاں اگر کسی کے متعلق یہ شُبہ ہوا کہ وہ غیر قوموں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے گا اور سازشیں کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا تو یہ اور بات ہے۔ صرف توہینِ رسول کے جُرم میں کبھی کوئی ایک شخص بھی قتل نہیں کیا گیا۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو عبداللہ بن ابی بن سلول کو کیوں زندہ چھوڑ دیا جاتا حالانکہ اس نے عَلَی الْاِعْلَان کہا تھا کہ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ[2] کہ میں جو سب سے زیادہ معزز ہوں (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) سب سے زیادہ ذلیل یعنی رسول کریم ﷺ کو نکال دوں گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسی باتوں کی اطلاع بھی پہنچ جاتی تھی۔ پھر صحابہ نے یہ بھی کہا کہ اس کے ساتھیوں میں سے بعض کو قتل کر دیا جائے لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ نہیں لوگ کیا کہیں گے کہ محمد نے اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا[3] اگر قتل جائز ہوتا تو وہ منافق جو آخری وقت تک مسلمانوں میں موجود رہے کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ قرآن کریم میں صاف طور پر بیان ہے کہ منافق لوگ ہتک و تضحیک کرتے اور ٹھٹول بازی سے

کام لیتے تھے۔ پس جب یہ ثابت ہے کہ ہتک کی جاتی تھی اور قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سی باتوں کا رسول کریم ﷺ کو علم بھی دیا جاتا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو ایسے لوگوں کے نام بھی معلوم تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے نام حذیفہ بن الیمان کو بھی بتائے[۴] حتیٰ کہ صحابہؓ کا طریق تھا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جس شخص کا جنازہ پڑھنے سے حذیفہؓ انکار کرتے وہ بھی انکار کر دیتے' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حذیفہؓ کو رسول کریم ﷺ نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہی منافق موجود تھے بلکہ یہ بھی کہ آپ کی وفات کے بعد بھی تھے لیکن رسول کریم ﷺ کی ساری زندگی میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں کیا گیا سوائے ان کے جن پر کوئی پولیٹیکل جُرم ثابت ہو چکا ہو' خالص تضحیک کرنے والا ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا بلکہ صحابہؓ کے زمانہ میں بھی کوئی نہیں ہوا۔ اگر ایسے لوگوں کو قتل کر دینے کا حکم ہوتا تو حذیفہؓ کو چاہیئے تھا تمام مسلمانوں کو بتا دیتے کہ فلاں فلاں لوگ منافق ہیں' انہیں فوراً قتل کر دو کیونکہ اپنی قوم کا ہتک کرنے والا دوسروں سے بہت زیادہ مجرم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کہا میں قسم کھاتا ہوں موسیٰؑ کی جسے خدا نے سارے انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے مارا۔ جب رسول کریم ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ کیوں مارا؟ ایسا نہیں چاہیئے تھا۔[۵] یہ نہیں کہا کہ تلوار کیوں نہ چلائی۔ غرض قتل پر آمادہ ہو جانے کا طریق غلط ہے اور اس سے قوموں کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔

پس میں مسلمانوں سے بھی اور ہندوؤں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ عاجل باتوں کی طرف نہ جائیں۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ چاند پر تُھوکنے سے اپنے ہی منہ پر آ کر تُھوک پڑتا ہے۔ مخالف خواہ کتنی ہی کوشش کریں محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کو گردوغبار سے نہیں چُھپا سکتے۔ اس نور کی شعاعیں دور دور پھیل رہی ہیں۔ تم یہ مت خیال کرو کہ کسی کے چھپانے سے یہ چُھپ سکے گا۔ ایک دنیا اسلام کی معتقد ہو رہی ہے۔ پادریوں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں نے اعتراف کیا ہے کہ ہمیں سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے کیونکہ اسلام کی سوشل تعلیم کی خوبیوں کے مقابلہ میں اور کوئی مذہب نہیں ٹھہر سکتا ہے۔ اسلام کا تمدن یورپ کو کھائے چلا جا رہا ہے اور بڑے بڑے متعصب اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کو گالی دینے سے

اسلام کی ہتک ہوگی وہ اگر عیسائی ہے تو عیسائی مذہب کا دشمن ہے اگر سکھ ہے تو سکھ مذہب کا دشمن ہے اور اگر ہندو ہے تو ہندو دھرم کا دشمن۔ ہتک تو دراصل گالی دینے والے کی ہوتی ہے جسے گالی دی جائے اس کی کیا ہتک ہوگی۔ ہتک تو اخلاق کی بناء پر ہوتی ہے اگر کوئی شخص مجھے گالیاں دیتا ہے تو وہ اپنی بد اخلاقی کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح خود اپنی ہتک کرتا ہے۔ میں گالیاں سنتا ہوں اور برداشت کرتا ہوں تو اپنے بلند اخلاق کا اظہار کرتا ہوں جو میری عزت ہے۔ وہ مذہبی لیڈر جنہوں نے قوموں کی ترقی کے لئے کام کیا خواہ کسی بڑے طبقہ میں یا ایک بہت ہی محدود طبقہ میں کیا ہو وہ قابلِ عزت ہیں اور انسانی فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی عزت کی جائے۔ جو قوم ایسا نہ کرنے والوں کی مدد کرتی ہے وہ خود اپنی تباہی کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو اُن کی پیٹھ ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔

میرے نزدیک تو اگر یہی شخص قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کے پاس جائے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے تمہیں چاہئے کہ خدا سے صلح کرلو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے بتا دیا جائے تم سے غلطی ہوئی۔ ہم تمہارے جُرم کو کم تو نہیں کر سکتے لیکن بوجہ اس کے کہ تم ہمارے بھائی ہو تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ توبہ کرو گریہ وزاری کرو اور خدا کے حضور گڑگڑاؤ۔ یہ احساس ہے جو اگر اس کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ خدا کی سزا سے بچ سکتا ہے اور اصل سزا وہی ہے۔

ہندو مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی خوبیوں پر نظر رکھیں اور یہی طریق قیامِ امن کا موجب ہوسکتا ہے اسی لئے میں نے ایسے جلسوں کی بنیاد رکھی تھی کہ تا رسول کریم ﷺ کی خوبیاں دنیا کے سامنے پیش کی جاسکیں۔ اور اگر دوسری قومیں بھی اپنے مذہبی پیشواؤں کے متعلق ایسا انتظام کریں تو بشرطیکہ کوئی پولیٹیکل فائدہ ان کے مدنظر نہ ہو ہم ان میں بھی ضرور شامل ہونگے۔ ہمارا یہ سمجھ لینا کہ فلاں شخص خادمِ مُلک وملّت تھا ہماری ہتک نہیں بلکہ یہ معنی رکھتا ہے کہ ہماری آنکھیں درست ہیں۔ یہی طریق ہے جس سے مختلف اقوام میں صلح ہوسکتی ہے کہ جس کسی نے کوئی خدمت کی ہے اس کا اعزاز کیا جائے اسی لئے میں نے ان جلسوں کی تحریک کی تھی۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ اگر ہندو اور سکھ بھی ایسا انتظام کریں اور وہ کسی سیاسی غرض سے نہ ہو تو ہم

اس میں بھی ضرور حصہ لیں گے۔ ہم جسے نیک کام سمجھتے ہیں اس میں حصہ لینے کے لئے بخوشی تیار ہیں۔ میں امید کرتا ہوں مذہب سے دلچسپی رکھنے اور خدا کے دین کو دنیا میں قائم کرنے والے خواہ وہ ہندو ہوں یا سکھ یا ہماری طرح مسلمان سب مل کر کوشش کریں گے کہ ان فسادات کو دور کیا جائے اور فتنہ کو مٹایا جائے جن بزرگوں کا ادب واحترام ضروری ہے ان کا مناسب احترام کیا جائے اور جو باتیں قوموں کے اخلاق بگاڑنے کا موجب ہوں ان کی پورے زور سے مذمّت کی جائے۔ گورنمنٹ کو بھی نصیحت کرتا ہوں گو معلوم نہیں وہ اسے قبول کرے گی یا نہیں یا اس پر کیا اثر ہو گا مگر میں اپنا فرض ادا کرتا ہوا کہتا ہوں گورنمنٹ بھی عاجلہ کو چھوڑ دے۔ اسی طرح لیڈروں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی عاجلہ کو چھوڑ دیں۔ قوموں کے معاملات دنوں میں طے نہیں ہوا کرتے۔ جو لوگ اس خیال سے کہ حکومت جلد مل جائے ملک میں بغاوت کراتے ہیں وہ دیانت اور نیکی کی جڑ کو کاٹنے والے ہیں اور تینتیس کروڑ انسانوں کے قاتل ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کریں تو صحیح راستہ اختیار کریں فریب سے عزت نہیں کرائی جاسکتی۔ دنیا آخر صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے اور ملامت کے قابل کی ملامت اور عزت کے مستحق کی عزت کرتی ہے۔

(الفضل ۱۹۔ اپریل ۱۹۲۹ء)

---

۱ الدھر: ۲۸	۲ المنٰفقون: ۹

۳ بخاری کتاب التفسیر باب قوْلہ یقولون لئن رجعنا الی المدینة......

۴ اُسدُ الغابة فی معرفة الصحابة جلد ۱ صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ مطبوعہ بیروت ۱۳۸۴ھ

۵ بخاری کتاب بدء الخلق باب وفاة موسٰی ذکرہ بعد